حج مبرور

تحریر:- ابو مسعود مولانا عبدالجبار سلفی۔ اوکاڑہ

خوش نصیب مروزی عازمین حج کا اشتیاق قابل دید تھا۔ وہ عرصہ دراز سے بیت اللہ کی زیارت کے شوق میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے تھے۔ برسہا برس کی جہد کے بعد انہوں نے حج کا زاد راہ جمع کر لیا تھا۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اتنی محنت شاقہ سے رقم جمع کرنے کے بعد اگر مناسک حج مکمل نہ کر سکے یا وہ ادھورے رہ گئے تو ایسے حج کا کوئی فائدہ؟

کیوں نہ ہو کہ یہ سفر کسی عالم ربانی کے ساتھ کیا جائے جو انہیں مناسک حج بھی مکمل کروائے اور ایمان افروز دروس بھی دیتا رہے۔ چنانچہ نگاہ انتخاب حضرت عبداللہ بن مبارک پر پڑی جو سال بھر میں تین ماہ فریضہ حج کی ادائیگی میں اور تین ماہ طلب حدیث کے لئے اور تین ماہ تجارت اور تین ماہ جہاد میں صرف کرتے اور وہ برسوں سے اس راہ کے راہی بھی چلے آرہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک اس صدی کے عالم لاثانی تھے۔ جہاں کہیں جاتے ایک عالم ان کے دیدار کو امڈ آتا اور جب تک کسی شہر میں قیام پذیر رہتے، وہاں رونقیں ہی رونقیں نظر آتیں اور جب کسی شہر سے کوچ کرتے تو رونقیں بھی ساتھ ہی لے جاتے بلکہ مروزی شاعر تو ان کے جانے کے بعد یہ شعر گنگنایا کرتے تھے۔

ما سار عبدالله عن مرو بليلة
فقد سار عنها نورها و جمالها

"کہ جس روز عبداللہ مرو سے کوچ کرتا ہے تو شہر کا نور و جمال بھی ساتھ لے جاتا ہے۔"

الغرض مروزی عازمین حج کی تمنا اور آرزو انہیں پہنچا دی گئی جو انہوں نے خندہ پیشانی سے قبول کر لی۔ لیکن چند شرائط کے ساتھ۔

ایک تو یہ کہ ہر عازم حج کو روانگی سے قبل اپنی تمام رقم اس کے حوالے کرنی ہو گی اور کوئی آدمی اس کے متعلق باز پرس کا مجاز نہ ہو گا۔ وہ عبداللہ کی مرضی پر منحصر ہے کہ اس سے جتنا چاہے خرچ کرے اور جہاں چاہے خرچ کرے۔

> **اگر کسی شخص میں یہ تین خصلتیں (تقوی و پرہیزگاری بردباری، حسن رفاقت) نہ ہو تو اسے اس گھر کا حج کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔**

اس شرط کو سن کر حجاج کرام لمحہ بھر سوچنے لگے۔ بالآخر انہوں نے خوشی یہ شرط منظور کر لی۔ کیونکہ عبداللہ بن مبارک تو ایسے انسان نہ تھے جو حج وفد کے امیروں کی طرح ان کی رقم اینٹھ کر اپنا سفر خرچ چلا لیتے۔ جیسا کہ آج کل کے کاروباری حجاج ہر سال حج کے نام پر اپنے ساتھیوں سے کرتے ہیں۔

دوسری شرط یہ کہ ان کے سوا کوئی دوسرا شخص سفر حج کے دوران حاجیوں کی خدمت نہ کر سکے گا۔ الا یہ کہ وہ عبداللہ بن مبارک سے اجازت حاصل کر لے۔ مروزی حجاج کرام نے حیرانگی کے بعد یہ شرط بھی پہلی شرط کی طرح قبول کر لی اور ان کے لئے ایسا کرنا بڑی سہولت کا باعث تھا کیونکہ اکٹھا چلنے، اکٹھا خرچ کرنے، اکٹھا خریدنے اور اکٹھا عبادت کرنے میں برکت ہی برکت ہے اور الگ الگ چلنے اور جدا جدا خرچ کرنے اور خریدنے میں نقصان ہے اور پھر انہیں تجربہ بھی نہ تھا۔

چنانچہ تمام مروزی عازمین حج اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ گئے اور حسب وعدہ اگلے دن اپنا

اپنا سفر خرچ لے کر حضرت عبداللہؒ کی فرودگاہ پر حاضر ہو گئے۔

حضرت نے ہر ایک سے اس کی تھیلی وصول کر کے اس کی رقم گن کر اس کا نام اور تاریخ وصولی درج کر لی اور تمام تھیلیاں صندوق میں رکھوا کر اسے تالا لگوا دیا اور تمام عازمین کو مکمل تیاری کے ساتھ مقرر تاریخ پر قافلہ میں شامل ہونے کی تاکید کر دی۔

ان دنوں سفر کے لئے ہوائی جہازوں' ریلوں' بسوں کا وجود نہ تھا کہ جھٹ سوار ہوئے اور دو گھنٹے بعد جدہ ایئرپورٹ پر اتر گئے بلکہ مہینوں کا سفر پیدل یا دبلے پتلے اونٹوں پر کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر یہ قافلہ خراسان سے ایران' ایران سے عراق' عراق سے حجاز مقدس تک چٹیل میدانوں اور سنگلاخ پہاڑوں کو عبور کرتا رہا۔ راستہ میں جہاں کہیں فجر کو ناشتے اور دوپہر کو کھانے اور ستانے کے لئے دستر خوان سجانے اور خیمہ زنی کرنے کی نوبت آتی تو حضرت عبداللہ بن مبارک ان کے لئے عمدہ عمدہ کھانے اور سرد و شریں مشروبات مہیا کرتے اور رات کو خیمہ نصب کرنے اور بستر بچھانے کی ڈیوٹی بھی سرانجام دیتے۔

ساتھیوں نے بارہا خدمت میں حصہ لینا چاہا لیکن یہ انہیں اپنی شرط یاد دلا کر روک دیتے اور خود ان کی خدمت میں مشغول رہتے۔

مروزی عازمین حج: حضرت! اگر ہمارے ہوتے ہوئے سارے کام آپ ہی نے کرنے ہیں تو ہم کس مرض کی دوا اور کس بیماری کا علاج ہیں؟

عبداللہ بن مبارک: صاحبو! میرے ساتھ کئے ہوئے عہد پر قائم رہو اور جو عہد میں نے تم سے روانگی کے وقت لیا تھا اس پر پورے اترو۔ اگر حج جیسے مقدس سفر میں بھی یہ عہد پورا نہ ہوا تو پھر کس موقع پر ہو گا؟

مروزی عازمین حج: حضرت ہمیں کیا معلوم تھا کہ آپ ہمیں اپنی شرط سے یوں باندھ لیں گے کہ ہم معمولی خدمات بھی سرانجام نہ دے سکیں۔

عبداللہ بن مبارک: میں نے یہ شرطیں کچھ ایسے ہی نہیں لگائی تھیں بلکہ اس امید پر لگائی تھیں کہ میں اور آپ ان پر پورا اتریں۔

مروزی عازمین حج: حضرت! ہمیں بستر بچھانے اور برتن دھونے کی اجازت دیجئے۔ یقین جانئے ہمیں آپ کو خدمت سرانجام دیتے دیکھ کر شرم آتی ہے۔

عبداللہ بن مبارک: نہیں صاحبو! میرے لئے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ ضیوف الرحمن کا خادم ہوں۔

اس موقعہ پر اس بات کو بتا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ اس دور کے عازمین حج ایسی شرائط کیوں لگاتے اور خدمت اپنے ذمہ کیوں لیتے تھے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں:

الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة.

ترجمہ:۔ حج مبرور کا ثواب جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

اور حج مبرور کی وضاحت بھی فرما دی کہ:

اطعام الطعام و افشاء السلام و طيب الكلام.

ترجمہ:۔ دوسروں کو کھانا کھلانا اور سلام میں پہل کرنا اور میٹھا بولنا۔

حضرت خالد بن معدان کی مرسل روایت ہے کہ حضرت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص میں یہ تین خصلتیں نہ ہوں تو اسے اس گھر کا حج کرنے سے کیا حاصل ہو گا۔

دوسرا کوئی شخص سفر حج کے دوران حاجیوں کی خدمت نہ کرسکے گا اور یہ کہ ابن مبارک سے اجازت حاصل کرے۔

(۱) تقویٰ و پرہیزگاری جو اسے اللہ کے حرام کردہ کاموں سے بچائے۔

(۲) بردباری جو اسے بجا اور بے جا غصہ اور جہالت سے بچائے۔

(۳) حسن رفاقت جو اپنے ہم سفروں سے کرنی پڑتی ہے۔

حضرت ربیعہ فرماتے ہیں کہ سفر میں مروۃ تین کاموں میں ہے:

(۱) اپنا مال دوسروں پر خرچ کرنا۔

(۲) ساتھیوں کی مان لینا اور مخالفت نہ کرنا۔

(۳) دل لگی کرنا ایسی دل لگی جس میں اللہ کی ناراضگی نہ ہو۔

حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک وفد

آیا اور اپنے کسی ساتھی کی تعریف کرنے لگا کہ اگر وہ ہمارے ساتھ چلتا تو تلاوت قرآن میں مصروف رہتا اور ہم پڑاؤ کرتے تو وہ نوافل ادا کرتا رہتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس کی سفری ضرورتیں کون پوری کرتا تھا اور آپ نے نام لے لے کر پوچھا حتیٰ کہ یہ بھی پوچھا کہ اس کی سواری کو چارہ کون ڈالتا تھا؟ انہوں نے کہا ہم سب! تو آپؐ نے فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو۔

سلف صالحین میں سے ایک بزرگ جب حج کو نکلتے تو وہ ساتھیوں کے ساتھ شرط کر لیتے کہ سفر حج میں خدمت وہ خود ہی سرانجام دے گا۔ چنانچہ وہ ساتھیوں کے کپڑے دھوتا اور انہیں غسل کراتا۔ اگر کوئی ساتھی خود اپنا کام کرنا چاہتا تو یہ اسے روک دیتا اور کہتا یہ میری شرط ہے۔ چنانچہ وہ فوت ہوا تو انہوں نے غسل دیتے وقت اس کے ہاتھ پر جلد کے نیچے اور گوشت کے اوپر یہ لکھا ہوا پڑھا کہ "من اھل الجنۃ"

بہیم عجلی بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے۔ تلاوت قرآن اور نماز میں اپنے آنسوؤں پر کنٹرول نہ رکھ سکتے تھے۔ وہ ایک مالدار تاجر کے ہمراہ سفر حج کے لئے نکلے تو اس دن کو یاد کر کے رو دیئے جب دنیا قبروں سے اٹھ کر اللہ کے سامنے پیش ہوگی۔ تاجر کو اپنا سفر حج کرکرا محسوس ہوتا نظر آیا۔ لیکن جب حج سے واپس لوٹے تو بہیم عجلی کو بھجوانے والے دوست نے تاجر سے بہیم کا حال احوال پوچھا تو اس نے بتایا کہ شاید آج کل اس دنیا میں اس جیسا انسان موجود نہ ہو۔ میں جوان وہ بوڑھا' میں مالدار وہ فقیر' لیکن اس کے باوجود وہ اپنا پیسہ میرے اوپر خرچ کرتا اور خود روزے سے ہوتا اور مجھے کھانا پکا کر کھلاتا اور دوران سفر نماز اور تلاوت قرآن کے وقت خود بھی روتا اور ہمیں بھی رلاتا۔

الغرض عبداللہ بن مبارک ﷺ نے بھی اپنے حج کو مبرور بنانے کے لئے ساتھیوں کی خدمت کی شرط منظور کرالی۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھیوں کے کپڑے دھوتے' دستر خوان بچھاتے' انہیں کھانا کھلاتے رہے۔ ساتھیوں نے تمام امور سے بے فکری کی بنا پر جی بھر کر طواف کئے' نمازیں پڑھیں' صفا مروہ کی سعی کی' من پسند قربانیاں کیں اور من مرضی کا کھایا اور من مرضی کا پہنا۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہماری رقم مشترکہ ہے اور وہی خرچ ہو رہی ہے۔

مناسک پورے کرنے کے بعد آتش شوق بجھانے کے لئے مدینۃ الرسول کا قصد کیا تاکہ اپنے اس ہادی اور مرشد کے شہر اور مسجد کی زیارت کریں جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور اس رحمۃ اللعالمینؐ پر درود پڑھیں جس پر اللہ اور اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔

چنانچہ شدت شوق کی وجہ سے ان کے قدم زمین پر ٹک نہ سکتے تھے۔ جونہی انہیں ثنیۃ الوداع کی پہاڑیاں نظر آئیں' ان کے دل سینوں میں رقص کرنے لگے۔ وہاں کی جھلس دینے والی گرمی ایمان کے برفاب سے باد نسیم محسوس ہونے لگی۔ سیدھے مسجد نبوی میں گئے۔ تو اس کی رونق نے آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ نہایت خشوع و خضوع سے تحیۃ المسجد ادا کر کے روضۃ الرسول کی طرف چلے اور بید کی طرح لرزتی' کانپتی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر درود کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آنکھوں میں عقیدت و محبت کا دریا امڈنے لگا۔۔۔۔۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ حضرت رسول مقبول ﷺ فرما گئے ہیں کہ میرے بعد میرے ایسے امتی بھی ہوں گے جو خواہش کریں گے کہ کاش! انہیں اپنے پیغمبر کا دیدار نصیب ہو جائے۔ اگرچہ اس کی خاطر ان کے اہل وعیال قربان ہو جائیں۔

میرے لئے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ میں ضیوف الرحمٰن کا خادم ہوں۔ عبداللہ بن مبارک

المختصر وہ مدینہ کی زیارت سے آنکھیں روشن کرنے کے بعد واپس مکہ آئے اور طواف وداع کیا۔ اس کے بعد انہیں حضرت عبداللہ بن مبارک نے جمع کر کے فرمایا اب وطن واپسی کا مرحلہ درپیش ہے۔ لہٰذا اپنے اپنے اہل خانہ کے لئے تحائف اور ہدایا جات کے متعلق کھل کر بتانا کیونکہ ہمارے پاس کافی رقم موجود ہے۔

سب نے اپنے اپنے پسند کی چیزیں بتائیں تو آپ ان کو لے کر مکہ کے بازاروں میں چلے گئے۔ حجاج کرام جس چیز کو ہاتھ لگاتے' آپ وہ چیز اس کے لئے خرید لیتے۔ جب تمام ساتھیوں نے جی بھر کر تحائف اکٹھے کر لئے تو واپسی کا سفر شروع ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک حسب سابق خدمات سرانجام دیتے رہے۔ چنانچہ مروزی حجاج کرام کا یہ قافلہ

شہروں اور بستیوں، پہاڑوں اور میدانوں، سرسبز کھیتوں اور ندی نالوں کو عبور کرتا ہوا سرزمین مرو میں داخل ہوا تو عزیز و اقارب، پڑوسیوں اور شہروں کا استقبالی جلوس مارے خوشیوں کے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

اہل ایمان کے ساتھ مخلوق الٰہی کا معاملہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ قرآن میں ہے:

ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات سیجعل لھم الرحمٰن ودا۔ (مریم)

ترجمہ:۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، اللہ ان کے مقدر میں مودت و محبت کر دے گا۔"

جس شہر اور بستی میں عبداللہ بن مبارک کی آمد کی اطلاع جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ پورا شہر ان کے استقبال کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید کی بیوی اپنے محل پر چڑھی تو اسے شہر کے گلی کوچے لوگوں سے خالی نظر آئے۔ اس نے وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ آج عبداللہ بن مبارک آ رہے ہیں۔ شہر کے مرد و عورتیں خرد و کلاں ان کے استقبال کے لئے باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ حیران ہو کر کہنے لگی کہ لوگوں کے دلوں پر حکمرانی تو عبداللہ بن مبارک کی چل رہی ہے۔ میرے خاوند کے لئے ڈنڈوں کے بغیر کوئی نکلنے کو تیار نہیں لیکن ان کے لئے از خود پورا شہر خالی ہو گیا۔

غلام نے صندوق کھولا اور تھیلیوں کی گٹھری نکال کر ان کے آگے رکھ دی ابن مبارک نے پرچیوں پر نام پڑھ کر ایک ایک ساتھی کو جب رقم واپس کی تو وہ دنگ رہ گئے۔

اسی طرح اہل مرو ان کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بے تابانہ نکل آئے اور پھر ضیوف الرحمٰن جو بیت اللہ کا تازہ دیدار کر کے آئے ہوں، ان کا حق بھی ہے۔

الغرض ضیوف الرحمٰن کے خاندانوں نے انہیں اپنے بازوؤں میں لے کر سینوں سے چپکایا اور تین ماہ کے طویل فراق کی وجہ سے روتے ہوئے انہیں اپنے گھروں میں لے گئے۔ ہفتہ عشرہ کے اندر اندر حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے ساتھی حجاج کرام کی دعوت کی اور تناول طعام کے بعد انہیں بٹھا کر دوران سفر کسی ممکنہ کوتاہی کی معذرت کی جس پر سب حجاج کرام شرما کر کہنے لگے۔

حضرت جی! معذرت کس بات کی؟ کاش کہ آپ کا شکریہ ادا کرنے کی کوئی سبیل نکل آئے جو آپ نے ہمیں آرام و سکون مہیا کیا، ہم تو اتنے آسان سفر حج کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے گھر سے وہی صندوق منگوایا جس میں ان کی تھیلیاں رکھی ہوئی تھیں اور ان سے کہا:

عبداللہ بن مبارک: آپ کو وعدہ یاد ہے جو آپ نے میرے ساتھ کیا تھا؟

حجاج کرام: کون سا عہد؟

عبداللہ بن مبارک: کہ آپ لوگ میرے کسی کام پر اعتراض نہ کریں گے۔

حجاج کرام: جی ہاں اور ہم اس پر قائم بھی رہے۔ سارے سفر میں آپ نے ہمیں اعتراض کا موقعہ بھی نہیں دیا اور ہمیں خدمت میں حصہ نہ لے سکنے پر شرمندگی بھی ہے۔

عبداللہ بن مبارک: صاحبو! ابھی آپ کے ایفائے عہد کا امتحان باقی ہے۔

حجاج کرام: حضرت وہ کیا ہے؟

عبداللہ بن مبارک: (غلام کو آواز دیتے ہوئے) اللہ کے بندے ادھر آ اور صندوق کھول۔

حجاج کرام حیرت میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پتہ نہیں کیا ہونے والا ہے۔ اس نے صندوق کھولا اور تھیلیوں کی گٹھری نکال کر ان کے آگے رکھ دی۔ حضرت عبداللہ تھیلیوں پر ٹنکی کی گئی پرچیوں پر نام پڑھ کر ایک ساتھی سے کہنے لگے:

صاحب! یہ لو اپنی تھیلی۔ یہ آپ کی ہی ہے نا! اسے کھولیے اور گن لیجئے انشاء اللہ آپ کی رقم پوری ہو گی۔ اس کے بعد سب ساتھیوں کے آگے ان کی تھیلیاں رکھ دیں اور انہیں گن لینے کا حکم دیا۔ حجاج کرام حضرت عبداللہ بن مبارک کے اس فعل پر دنگ رہ گئے اور بیک زبان ہو کر بولے:

حجاج کرام: حضرت آپ نے یہ کیا کیا؟ آپ ہماری رقوم یہیں چھوڑ گئے تھے۔

عبداللہ بن مبارک: آپکو اس پر کیا اعتراض ہے؟

حجاج کرام: ہم اعتراض نہیں کر رہے لیکن ہم نے یہ رقوم حج بیت اللہ کیلئے عرصہ سے جمع کر رکھی تھیں اور آپ ہمیں واپس کر رہے ہیں تو ہمارے حج کیسے ہوئے اور خرچ کہاں سے کرتے رہے؟

عبداللہ بن مبارک: آپ اپنے حج اللہ کے مال

بقیہ صفحہ نمبر 47